مجالس الادب

ڈاکٹر احمد شلبی / ترجمہ: ادریس صدیقی

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اسلامی دنیا میں خلافت عباسیہ کے دوران جن ادبی مجلسوں کا رواج ہوا۔ ان کا سلسلہ خلفائے راشدین کے دور کی مجلسوں سے ملایا جاسکتا ہے۔ اصولی طور پر خلیفہ نہ صرف ایک غیر جانب دار رہنما بلکہ روحانی پیشوا بھی تصور کیا جاتا تھا اس لیے ضروری تھا کہ اس کا مطالعہ و مشاہدہ وسیع ہو۔ چنانچہ خلفائے راشدین سے (جو باضابطہ طور پر منتخب ہوتے تھے) اکثر گھر پر اور مجلسوں میں بھی دینی مسائل دریافت کیے جاتے تھے۔ البتہ پیچیدہ مسائل میں خلیفہ، دوسرے صحابہ کرام سے بھی مشورے کرتے تھے۔ لیکن پرانی محفلوں اور عہدِ عباسی کی ادبی مجلسوں میں ترقیِ علم کے سوا کوئی بات مشترک نہ تھی۔ پرانی محفلوں میں کوئی شخص جب چاہتا ان میں شریک ہوجاتا اور جب اس کا جی چاہتا اُٹھ کر چلا جاتا۔ خلیفہ کو اس کے نام سے یا امیر المومنین کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔ حاضرین عام طور پر فرش یا چٹائی پر اور کبھی کبھی زمین ہی پر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کے برعکس عہدِ عباسی کی ادبی مجلسوں پر عجمی رسم و رواج اور تہذیب کا گہرا اثر تھا۔ مجالس کا بڑی باقاعدگی سے انتظام کیا جاتا اور صرف خاص طبقوں کے لوگوں کو شرکت کی اجازت ہوتی تھی۔ لوگوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ مقررہ وقت پر حاضر ہوں اور خلیفہ کا مخصوص اشارہ پاتے ہی باہر چلے جائیں۔ مباحثے کا افتتاح صرف خلیفہ ہی کرسکتا تھا۔ اس کے علاوہ ان ادبی مجالس میں جن موضوعات پر مباحثہ ہوتا وہ پرانی محفلوں کے موضوع کی بہ نسبت بہت وسیع ہوا کرتے تھے۔

الصابی اور کشاجم نے ان آداب و رسوم کی جو خلیفہ کی مجلسوں میں شریک ہونے والوں کو برتنی پڑتی تھیں، دلچسپ تفصیلات فراہم کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ خلیفہ کے حضور میں آنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاف ستھرا اور شائستہ ہو، اس کا لباس سلیقہ کا ہو اور اس کی رفتار و گفتار سے متانت ٹپکتی ہو۔ خلیفہ کے سامنے پہنچ کر السلام علیکم یا امیر المؤمنین! کہے۔ اس کے بعد وزراء اور دوسرے درباری، خلیفہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں لیکن شاہی خاندان کے ارکان اور علماء و فضلا، اپنی امتیازی حیثیت کی بنا پر دست بوسی کی رسم سے مستثنیٰ ہیں۔ ہر شخص کو اپنے طبقے کی مخصوص جگہ پر بیٹھنا چاہیے اور خلیفہ کی جانب متوجہ رہنا چاہیے اور جہاں تک ہوسکے نقل و حرکت سے گریز کرے۔ لوگوں کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ مجلس میں معزز اور محترم بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی صحت کا پورا

خیال رکھیں تا کہ مجلس کے دوران کھانے پینے یا رفع حاجت کے لیے اٹھنا نہ پڑے۔ دوسری بات خاص طور پر خلاف تہذیب تصور کی جاتی ہے۔ گفتگو کا آغاز خلیفہ کرتا ہے اور وہ جب بھی بات کرے ہر شخص کو ہمہ تن گوش رہنا چاہیے تا کہ خلیفہ کو کوئی بات دہرانے کی زحمت نہ دینی پڑے کیونکہ یہ گستاخی میں شامل ہے۔ بحث میں حصہ لینے والے کو چاہیے کہ وہ نرم لہجے میں بات کرے اور مبہم اور پیچیدہ اندازِ بیان اختیار نہ کرے۔ اس کے علاوہ کسی کی گفتگو میں دخل نہیں دینا چاہیے اور نہ یہ ظاہر کرنا چاہیے کہ دوسرا مقرر جو کچھ کہہ رہا ہے وہ تو اسے پہلے ہی سے معلوم ہے۔

خلفاء خود کو علم وادب کا سرپرست تصور کرتے تھے اور ان کے محلات علمی ترقی کے مرکز تھے۔ اسی خیال کے پیشِ نظر المعتضد باللہ نے جب بغداد میں نئے محل الشماسیہ کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تو اس نے حکم دیا کہ مختلف علوم کی تعلیم کے لیے محل کے ساتھ کئی اور عمارتیں بنائیں جائیں۔

ادبی مجلسوں کا آغاز ایوانوں اور محلوں کی تعمیر کے ساتھ ہی شروع ہوا تھا۔ امیر معاویہؓ عالم فاضل لوگوں کو دعوت دیتے تھے کہ وہ عربوں اور ان کی مختلف جنگوں، غیر ملکی حکمرانوں اور ان کی حکومتوں کی تاریخ، انتظامی اداروں کے کاموں اور مملکت کے عام نظم ونسق کے موضوع پر ان سے بحث اور تبادلۂ خیال کریں۔ ایک نئی سلطنت اور حکومت کے بانی کی حیثیت سے امیر معاویہؓ کو اس قسم کی معلومات کی بڑی ضرورت تھی چنانچہ ابو جعفر المنصور نے بھی اسی طرزِ عمل کی تقلید کی کیونکہ ان کی حیثیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ دوسری ادبی مجلسیں عبدالملک کے زیر اہتمام ہوا کرتی تھیں جو ان کی صدارت کیا کرتے تھے اور ایک بار سوید بن غفلہ کو ایک مباحثہ جیتنے پر انعام دیا تھا۔ ایک اور موقع پر عبدالملک ہی کی صدارت میں، ایک بدو تمام حاضرین پر سبقت لے گیا۔ اس سے خلیفہ نے پوچھا تھا کہ عربی میں مدح کا بہترین شعر کون سا ہے۔ اس نے ایک شعر پڑھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

> ''کیا تم ان لوگوں میں جو اونٹوں پر سواری کرتے ہیں سب سے اعلیٰ و ارفع نہیں ہو، دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ کشادہ دست اور فراخ دل۔'' پھر اس سے پوچھا گیا کہ ہجو کا بدترین شعر کون سا ہے؟ اس نے جواب دیا:

فغضّ الطرف انك من نمیرٍ
فلا کعبًا بلغت ولا کلابا

خلیفہ نے تیسرا سوال یہ کیا کہ فخریہ اشعار میں سے، بہترین شعر پڑھ کر سنائے، اس نے کہا:

> ''اگر ایک دفعہ بنو تمیم نے تمہیں نظروں سے گرادیا، سمجھ لو کہ تم سارے جہاں کی نظروں سے گر گئے۔''

یہ اشعار اور اسی طرح کے دوسرے کئی اشعار جو بحث کے دوران پڑھے گئے، جریر کے تھے۔ اتفاق سے وہ خود

بھی محفل میں موجود تھے اوراس قدرخوش ہوئے کہ انھوں نے کہا ''میرا انعام بھی اس بدوکو دے دیا جائے'' لیکن خلیفہ نے جریرکوان کا انعام دیا اور بدوکواُن سے دوگنا انعام عطا کیا۔

ولید اول کے عہد میں، عدّی بن الرقّاع اور کثیر کے درمیان زبردست حریفانہ کشمکش رہتی تھی۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ولید کے محل میں، ایک ہی مجلس میں دونوں شریک تھے۔ جب عدی نے ایک نظم پڑھنی شروع کی جو اسی موقع کے لیے لکھی گئی تھی کثیّر اس کے ایک ایک شعر پر کڑی نکتہ چینی کرنے لگے۔ چند اشعار کے بعد عدی کے لیے آگے پڑھنا محال ہوگیا کیونکہ تمام حاضرین کثیّر کی تنقید سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ اس نظم کو سننے میں الجھن محسوس کرنے لگے۔ خلافتِ عباسیہ کے کچھ ہی دنوں بعد، ادبی مجلسیں صحیح معنوں درجۂ کمال کو پہنچ گئیں اور باقاعدہ مجلسیں نہ صرف خلیفہ کے محلوں میں، بلکہ وزراء کے دولت کدوں میں منعقد ہونے لگیں ان مجلسوں کا حال پڑھ کر کوئی شخص ان مجلسوں کی اہمیت اور عظمت کا تصور کرسکتا ہے جو اس عہد کی خوش اقبالی اور ہمہ گیر ثقافت کا بہترین مرقع ہوتی تھیں۔ اس عہد میں کئی طرح کی مجالس ہوا کرتی تھیں۔ لیکن ادبی مجلسوں کا درجہ سب سے زیادہ بلند تھا۔

ادبی سرگرمیوں کا انتہائی شاندار دور، ہارون الرشید (وفات: ۱۹۳ھ) کے عہد میں شروع ہوا، وہ خود اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور ان کی موجودگی میں شعری مقابلے، مذہبی مناظرے اور ادبی کانفرنسیں اکثر ہوا کرتی تھیں۔ بغداد میں ہارون الرشید کا دربار، علم وحکمت کے جن ستاروں سے منور تھا ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ شعراء میں ابونواس، ابوالعتاہیہ، وعبل، مسلم بن الولید اور عباس بن الاحناف۔ موسیقاروں میں موصل کے ابراہیم اور ان کے صاحبزادے اسحاق، مُبلّغوں میں ابن السماک اور مؤرخوں میں الواقدی۔

ہارون الرشید کے دور میں سیبویہ اور الکسائی میں صرف ونحو پر زبردست مباحثہ ہوا جو ''مباحثہ زنبور'' کے نام سے مشہور ہے اوراس بحث میں الکسائی کے شاگرد الامین نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ یہ مباحثہ سیاسی ماحول میں ہوا تھا۔ چنانچہ ناانصافی سے کام لیا گیا اور کامیابی کا سہرا الکسائی کے سر باندھ دیا گیا۔

ہارون الرشید کی موجودگی میں سب سے دلچسپ مقابلہ، قواعد کے عالم الکسائی اور متکلم ابو یوسف کے درمیان ہوا۔ اس مقابلے میں الکسائی نے قواعد کے اصولوں کی مدد سے مسائل الکلام کو حل کرکے دکھایا اور بہت سے فقہی سوالوں کے جوابات دیئے۔

اس کے ساتھ ہی یحییٰ بن خالد نے مفکروں اور ممتاز متکلموں کے لیے باقاعدہ مجلسوں کا اہتمام کیا تھا تاکہ وہ پوری آزادی سے تبادلۂ خیال کرسکیں، ان میں زیرِ بحث آنے والے بیشتر مسائل کا تعلق علم الکلام سے ہوتا تھا۔

المامون کا دور، عربی ادب کا عہدِ زریں کہلاتا ہے۔ خلیفہ خود بڑا عالم فاضل تھا اوراس نے اپنی مصاحبت کے لیے مشرق اور مغرب کے ممتاز ترین دانشوروں کا انتخاب کیا تھا۔ اس کا دربار معلموں، اتالیقوں، مترجموں اور وقائع

نگاروں پر مشتمل تھا۔ ''متمدن دنیا کے ہر گوشے اور مختلف نسل و قوم کے حکیموں، ادیبوں، شاعروں، طبیبوں اور فلسفیوں کی بدولت اس کا دربا علم و دانش کا زبردست مرکز بنا ہوا تھا۔

اکثر خلیفہ خود بھی اس مباحثے میں نمایاں حصہ لیتا تھا۔ ایک دفعہ المامون نے مجلس میں سوال کیا کہ آیا تم میں کوئی شخص ایسا شعر سنا سکتا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ شاعر کو بادشاہ ہونا چاہیے تھا۔ کسی نے جب تسلی بخش جواب نہ دیا تو اس نے الولید بن یزید کا یہ شعر پڑھا: ''مجھے عوام کی وفاداری چاہیے اور عوام کو میری بے کنار رواداری'' (ترجمہ)۔

اس دور کی شاندار ترقی کی بدولت، ان ادبی مجلسوں کو بہت فائدہ پہنچا اور مختلف قسم کے موضوعات زیر بحث رہتے تھے۔ ان دنوں سب سے اہم سوال قرآن کے متعلق تھا کہ آیا یہ مخلوق ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ المعتزلہ نے اُٹھایا تھا اور دنیائے اسلام کے تقریباً تمام ممتاز لوگ، موافق یا مخالف کی حیثیت سے اس تنازعہ میں شریک تھے۔

الواثق کی نگرانی میں مخارق اور حسین بن الضحاک کے درمیان ایک ادبی مباحثہ ہوا تھا، مخارق کا دعویٰ تھا کہ ابوالعتاہیہ کا مرتبہ بشار سے بلند ہے اور حسین کا دعویٰ اس کے برعکس تھا، دونوں فریقوں نے اپنے اپنے دعوے کے حق میں دلیلیں پیش کیں اور پھر ابوالمُحَلَّم نے، جنھیں الواثق نے مباحثے کا حکم مقرر کیا تھا، اپنا فیصلہ دیا۔

جب اسلامی دنیا میں بہت سی آزاد اور نیم خود مختار حکومتیں قائم ہوگئیں تو انھوں نے علم و ادب کی سرپرستی میں بھی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ چنانچہ نئے دربار اور محلات صحیح معنوں میں تہذیب اور ثقافت کے مرکز بن گئے اور ان کی تقریباً وہی حیثیت ہوگئی جو آج کل یونی ورسٹیوں کی ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اس دور کی مختلف ادبی مجلسوں کو تفصیل سے بیان کیا جائے، اس لیے میں مختصراً ان کا ذکر کروں گا۔

۳۲۶ھ میں وزیر ابوالفضل بن جعفر ابن الفرات کی ادبی مجلس کے ایک اجتماع میں الخالدی، ابن انشد، الکلتی ابن ابی بشر، ابن رباح، ابن کعب، قدامہ بن جعفر، الذہری، عیسیٰ ابن جراح، ابن فراس، ابن رشید، ابن عبدالعزیز ہاشمی اور ابن یحیٰی علوی وغیرہ...... شریک تھے۔

ابن الفرات نے السرانی کے سوا باقی تمام لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ تم میں سے کوئی شخص منطق کی اہمیت پر متّا سے بحث کرنے کو تیار ہے؟ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ تب انھوں نے کہا ''میرے خیال میں آپ میں سے بہت سے لوگ اس معاملے پر خاطر خواہ بحث کر سکتے ہیں'' اور السرانی سے مخاطب ہو کر انھوں نے کہا ''ابوسعید! تم بحث کا آغاز کرو'' ابوسعید نے ان کی بات مان لی اور پھر ایک طویل اور دلچسپ بحث شروع ہوئی مباحثے کی پوری تفصیل کے لیے دیکھیے ابوحیان کی ''الامتاع والموانسہ'' جلد اول، ص ۱۱۲-۱۰۹۔ میں یہاں بحث کے صرف ایک مسئلہ کا حوالہ دیتا ہوں:

ابوسعید: اس جملے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ''زید بھائیوں میں بہترین ہے''

متّا: یہ صحیح ہے۔

ابو سعید: اور اس جملے کے متعلق کیا خیال ہے ''زید اپنے بھائیوں میں بہترین ہے۔''

متا: یہ بھی صحیح ہے۔ ابو سعید: آپ غلطی پر ہیں۔ پہلا جملہ صحیح اور دوسرا غلط ہے۔ متا: کیوں؟ ابو سعید: یہ جگہ سکھانے پڑھانے کی نہیں، البتہ اگر آپ حلقۂ درس میں شامل ہوں تو آپ کو کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

الامتاع والموانسہ کے ذکر پر صمام الدولہ کے وزیر ابن سعدان (وفات ۳۷۵ھ) کی مجلس یاد آ جاتی ہے۔ ابن سعدان نے مشہور صاحبِ قلم ابو حیان التوحیدی (وفات ۱۰۰۹ھ) سے درخواست کی تھی کہ آپ شام کا وقت ہمارے ساتھ گزارا کریں، چنانچہ یہ لوگ انسانی ماہیت، روح کی حقیقت، ممتاز ہم عصروں کی خصوصیات، دیگر اقوام کے مقابلے میں عربوں کی امتیازی صلاحیتوں، حکمراں کے لیے محاسبہ اور انشا کی افادیت اور منطق پر علم لغت اور قواعد کی فوقیت جیسے موضوعات پر بحث کیا کرتے تھے۔ بعد میں یہ ساری بحث ابو الوفا المہندس کی فرمائش پر الامتاع والموانسہ میں محفوظ کر دی گئی۔ ابن سعدان کی ایک ادبی مجلس بھی تھی جس میں اس دور کے ممتاز دانشور شریک ہوا کرتے تھے۔ انھیں اپنے اس حلقے پر بڑا فخر تھا اور وہ اس عہد کی تمام ادبی مجلسوں سے افضل اور برتر تصور کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا ''یہ جماعت بے مثل اور لاثانی ہے، سچ تو یہ ہے کہ المہلبی کا حلقہ، ہماری مجلس کے کسی فردِ واحد کے رتبے کو بھی نہیں پہنچ سکتا، ابن العمیر کے رفیقوں کو تمنا ہے کہ وہ ہمارے نئے اراکین کی برابری کر سکیں اور ابن عبّاد کے حلقے والوں کو تو لایعنی دلیلوں کے سوا کچھ آتا ہی نہیں۔ پروفیسر گب نے ''سیف الدولہ کا حلقہ'' کے ذیلی عنوان سے لکھا ہے کہ:

''چند برسوں تک شمالی شام کا شہر حلب جو ایک چھوٹی سی عرب حکومت یعنی شیعہ ہمدانیوں کا دارالخلافہ تھا۔ عربی ادب کا اہم مرکز رہا۔ سیف الدولہ کے دربار میں دانشوروں کی ایک جماعت تھی جو اپنی بے پناہ ذہنی صلاحیتوں کی بنا پر لاثانی تھی۔ سیف الدولہ کی فیاضی نے اس عہد کے تمام ممتاز لوگوں کو متوجہ کر لیا اور اس کے نام کو شہرتِ دوام حاصل ہوگی۔

غزنی کے سلطان محمود کو شاہانہ جاہ و جلال رکھنے کی بڑی تمنا تھی اور اس عہد کی علمی اور ادبی دنیا کے بہترین دانشور اس کے دربار میں موجود تھے۔ اس کے درباریوں میں عرب مؤرخ عتبی، ممتاز مصنف اور مؤرخ البیرونی اور مایۂ ناز فارسی شاعر فردوسی شامل تھے۔

کچھ ہی عرصہ بعد غزالی نے نظام الملک کی مجلس میں ایک مباحثہ میں حصہ لیا اور مباحثہ جیتنے کے بعد انہیں بغداد کی مشہور درس گاہ نظامیہ میں پروفیسر مقرر کر دیا گیا۔ نور الدین کے دربار میں، علماء فضلا کا اجتماع رہا کرتا تھا۔ مقامی لوگوں کے علاوہ دور دراز کے ملکوں کے طلبا کو بھی وہاں آنے اور تعلیم حاصل کرنے کی دعوت دی جاتی تھی۔

اب ہم مصر کی ادبی مجلسوں کا مختصر حال بیان کریں گے۔ عربوں کی آمد کے بعد مصر میں پہلی خود مختار سلطنت طولون ہی کے عہد سے ادبی مجلسوں کا آغاز ہوا۔ ابن زلاق کا کہنا ہے کہ طولونیوں اور اخشیدیوں کے زمانے میں کوئی

سہ سالہ مختصر نصاب تعلیم شہادۃ الدراسات الدینیہ

کے سال اول کا امتحان سالانہ امتحانات وفاق المدارس کے ساتھ منعقد ہو گا۔ ارباب مدارس بروقت داخلہ فارم منگوائیں۔ تاریخ داخلہ' سنگل فیس' یکم ربیع الاول تا پندرہ ربیع الثانی' ڈبل فیس 16 ربیع الثانی تا یکم ربیع الثانی

مختصر تاریخ اسلام کا نصاب سے اخراج

درجہ ثانیہ میں شامل کتاب مختصر تاریخ اسلام (ہماری بادشاہی) مؤلفہ عبدالسلام قدوائی ندوی بوجہ قابل اعتراض مواد نصاب سے خارج کر دی گئی ہے۔ فوری طور پر اس کی تدریس بند کر دی جائے۔

شرح عقائد از عذاب قبر تا آخر شامل نصاب ہو گی

شرح عقائد کو مکمل نصاب میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ مختلف ارباب مدارس کی طرف سے دیگر کتابوں کی وجہ سے تخفیف کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ جس پر مجلس عاملہ نے اپنے حالیہ اجلاس میں غور وغوض کے بعد طے کیا کہ شرح عقائد درجہ عالیہ سال دوم کے نصاب میں از عذاب قبر تا آخر شامل نصاب ہو گی۔

وضاحت

داخلہ فارم اور نصاب تعلیم میں صرف شرح عقائد لکھی گئی جبکہ ''شرح عقائد از عذاب قبر تا آخر'' شامل نصاب ہو گی۔

(مولانا) محمد حنیف جالندھری ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان)